سنت وحدیث کا باہمی تعلق

اصغر علی خان

حدیث وسنت کا استعمال علوم نبوت کے لیے عام ہے اور اس میں اتنا خصوص پیدا ہو گیا ہے کہ جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے نبی پاک ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات ہی مراد ہوتے ہیں اس مفہوم کے علاوہ کسی اور طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض علماء نے حدیث اور سنت میں فرق کیا ہے مگر یہ فرق صرف علماء کے نزدیک ان کے اپنے اپنے میدان کار میں کام کرنے کی نوعیت کی وجہ سے ہے لیکن یہ اتنا بڑا فرق نہیں جس کی بنا پر حدیث وسنت کو بالکل ہی مختلف معانی کا جامہ پہنایا جائے جیسا کہ بعض متجددین کا دعویٰ ہے کہ وہ سنت سے مراد تعامل امت سے ثابت شدہ اعمال لیتے ہیں اور ان کو حجت مانتے ہیں مگر احادیث کو فتنہ عجم کی باقیات کا نام دے کر رد کر دیتے ہیں۔ میں نے ان محدود صفحات میں اہل لغت، اصولیین، فقہاء اور محدثین کے نزدیک حدیث وسنت کی تعریفات کا جائزہ لیا ہے اور ان میں جس حد تک فرق ہے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔

حدیث وسنت کے معانی ومفاہیم اہل لغت کی نظر میں

حدیث: لسان العرب میں ہے:

"الحديث تفيض القديم والحدوث تفيض القدمه"(١)

اور تاج العروس میں زبیدی لکھتے ہیں:

"الحديث و هو الجديد من الاشياء والحديث" الخبر منها مترادفان باتی علی القليل والكثير"(٢)

حدیث نئی چیز کو کہتے ہیں اور حدیث وخبر مترادف ہیں قلیل وکثیر پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

کشف اصلاحات الفنون میں ہے:

''الحدیث لغة ضد القدیم و یستعمل فی قلیل الکلام و کثیر''(۳)

مفردات فی غریب القرآن میں ہے:

''ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعے سے پہنچے اسے حدیث کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ وحی خواب میں ہو یا حالت بیداری میں''(۴)

القاموس المحیط میں ہے:

''حدث حدوثا و حداثة تفیض قدم''(۵)

علامہ خالد محمود لکھتے ہیں: ''عربی میں لفظ حدیث قدیم کے مقابلے میں بھی ہے۔ قدیم پرانے کو کہتے ہیں اسلامی عقیدے میں قرآن پاک کلام الٰہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور کلام قدیم ہے یہ مخلوق نہیں۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حدیث ہے قدیم نہیں۔ آپ بھی اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں آپ کی ذات حادث ہے قدیم نہیں۔ ذات قدیم کا کلام قدیم ہوگا اور ذات حادث کے کلام کو حدیث کہیں گے''(۶)

حدیث کے جدید ہونے کے مفہوم میں حدیث منقول ہے:

''قال کنا نسلم فی الصلوة و نامر بحا جتنا فقد مت علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و هو یصلی فسلمت علیه فلم یرد علی السلام فاخذنی ما قدم و ما حدث فلما قضیٰ رسول الله الصلوة قال: ان الله یحدث من امره ما یشاء و ان الله قد احدث ان لا تکلموا فی الصلوة''(۷)

''پہلے ہم نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور اپنے کام کی باتیں کر لیتے تھے۔ میں (حبشہ) سے واپس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ مجھے پرانی اور نئی صورت حال کی فکر لاحق ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو نیا حکم دیتا ہے اب اس نے نیا حکم دیا ہے، نماز میں باتیں نہ کرو''(۸)

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''حدیث بمعنی گفتگو واقعہ اور قصہ بھی استعمال ہوتی ہے'' (۹)

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿و اذا سر البنی الی بعض ازواجہ حدیثا﴾ (۱۰)

''اور جب چھپا کر کہی نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات'' پھر ارشاد ہے:

﴿و ھل اتک حدیث موسی﴾ (۱۱)

''اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی''

﴿فبای حدیث بعدہ یومنون﴾ (۱۲)

''اب اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائی''

سنت

لسان العرب اور تاج العروس میں ہے:

''السنة : السیرة، حسنة او قبیحة'' (۱۳)

جوہری نے الصحاح میں لکھا ہے:

''السنة : السیرة'' (۱۴)

فیض سبحانی شرح (اردو) حسامی میں ہے:

''سنت کے لغوی معنیٰ طریقہ اور عبادت کے آتے ہیں'' (۱۵)

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں: لغت میں سنت اس راستہ یا طریقہ کو کہتے ہیں جس پر لوگ چلنے کے عادی ہوں اور مداومت اور پابندی کے ساتھ اس پر چلتے ہوں اور ان کا کوئی فعل اس کے تقاضے کے مطابق بار بار کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ سنة اللہ فی الذین خلوا من قبل و لن تجد لسنة اللہ تبدیلا﴾ (۱۶)

جب لفظ سنت کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے مراد وہ طریقہ ہوتا ہے اور

اس کے وہ تمام افعال ہیں جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ لازم سمجھتا ہو اور ان پر مداومت کرتا ہو اس کا تعلق خواہ ان کاموں سے ہو جن کے سبب اس کی تعریف کی جاتی ہو یا ان سے ہو جن کے سبب اس کی مذمت کی جاتی ہو۔

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد لکھتے ہیں: لغت میں سنت اس عمل اور طریقے کو کہتے ہیں جس کو بعد میں لوگوں نے اختیار کر لیا ہو یا لوگوں نے جس کو اختیار کرنا ہو۔ دوسرے لفظوں میں سنت وہ راستہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ اور جس کی اتباع کی جائے اسی بنا پر لغت کے اعتبار سے سنت الطریقۃ المسلوکۃ (عام پامال راستہ) کو کہتے ہیں پھر وہ راستہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ (۱۷)

اچھے طریقے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا﴾ (۱۸)

''ان رسولوں کا طریقہ جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا''

برے طریقے کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿کذلک نسلکه فی قلوب المجرمین لا یومنون به وقد خلت سنة الاولین﴾ (۱۹)

''ہم اسی طرح چلاتے ہیں اس کو مجرموں کے دلوں میں کہ وہ اس پر ایمان لاتے اور تحقیق پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے''

حدیث مبارکہ ہے:

''من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجرها من عمل بها من غیر ان یتفص من اجورهم شئ و من سن فی الاسلام سنة سئیه کان علیه وزرها و وزرمن عمل بها من غیر ان یتفص من اوزارهم شئ'' (۲۰)

''جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کی اس کو اس پر عمل کا اجر بھی ملے گا اور دوسرے عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے بغیر کہ ان کے اجر میں کوئی کمی آئے اور جس شخص نے اسلام میں کوئی بری سنت جاری کی اس پر گناہ ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس کے بغیر کہ ان کے گناہ میں

کوئی کمی آئے''

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''سنت لغوی اعتبار سے اس راستہ کو کہتے ہیں جو متواتر چلنے کی وجہ سے صاف اور واضح ہو گیا ہو جسے طریق معبد سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اس سے مراد سیرت اور طریقہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا'' (۲۱)

مولانا محمد ادریس میرٹھی لکھتے ہیں:

''سنت یا سنن کا لفظ اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا جہاں لفظوں میں اضافت نہیں وہاں معنیٰ کے اعتبار سے اضافت ضرور ہے سیاق وسباق (آگے پیچھے کے بیان) سے معلوم ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کریم میں سنت یا سنن کی اضافت یا اللہ کی طرف ہوئی ہے۔ یا الاولین اور الذین خلومن قبل کی طرف لیکن اس لفظ کے دو مصداق ہیں۔ ایک انبیاء و وسلین دوسرے امم سابقہ۔ امم سابقہ کے پھر دو مصداق ہیں ایک مومنین و مطیعین دوسرے کفار و منکرین۔ لہٰذا اضافت کے اعتبار سے قرآن کریم میں سنت کی چار اقسام ہیں:

۱۔ سنت اللہ ۲۔ سنت المرسلین ۳۔ سنت المؤمنین ۴۔ سنت المنکرین (۲۲)

اصولین کے نزدیک سنت وحدیث کا باہمی ربط وتعلق

محدثین، فقہاء اور اصولین اپنے اپنے مذاق اور مخصوص میدان میں کام کرنے کی وجہ سے اپنی مخصوص دلچسپی کی بنا پر ''سنت وحدیث'' کی تعریفات مختلف انداز میں کرتے ہیں۔ سطور ذیل میں ہم تینوں طبقات کی تعریفات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اصولین کے پیش نظر چونکہ ماخذ فقہ کو واضح کرنا اور بیان کرنا اس لیے وہ سنت وحدیث کی تعریف اور اطلاق میں بھی اس بات کو مدنظر رکھ کر تعریف کرتے ہیں۔

اصولین سنت کا اطلاق دو معنی پر کرتے ہیں:

۱۔ فرض وواجب کے مقابلے میں عبادات نافلہ پر سنت کا اطلاق کرتے ہیں۔

۲۔ ماخذ شریعت یعنی حدیث کے مترادف جس میں نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات

داخل کرتے ہیں اور اصولیین عموماً مآخذ کے بیان میں سنت کا معنی اطلاق کرتے ہیں حدیث کا نہیں کرتے گویا اس معنیٰ میں سنت و حدیث بالکل مترادف ہے۔

علامہ آمدی لکھتے ہیں:

''و اما فی الشرع فقد تطلق علی ما کان من العبادات نافلة منقوله عن النبی وقد تطلق علی ما صدر عن الرسول من الادلة الشریعة بما هو لیس بمتلو ولا هو معجز ولا داخل فی المعجز و یدخل فی ذلک القول النبی ﷺ و افعاله و تقاریره''(۲۳)

''شرعی اصطلاح میں سنت کا لفظ کا اطلاق ان تمام عبادات نافلہ پر ہوگا جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں اسی طرح ان دلائل پر بھی ہوگا جو نبی کریم ﷺ سے قولاً یا عملاً ثابت ہوئے لیکن وہ قرآنی حصے نہیں ہیں۔ اس طرح لفظ سنت میں آپ ﷺ کے تمام اقوال افعال اور تقریرات شامل ہوں گی''

مولانا محمد محی الدین لکھتے ہیں:

''حدیث خاتم النبیین سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول اور آپ ﷺ کے فعل اور کسی کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر آنحضور ﷺ کے سکوت کو سنت اور حدیث کہتے ہیں، کبھی قول صحابیؓ یا فعل صحابیؓ کو بھی سنت کہتے ہیں''(۲۴)

محمد صدیق ہزاروی لکھتے ہیں:

''اور اصطلاح شرح میں نبی پاک ﷺ کے قول اور تقریر کو سنت کہتے ہیں سنت کو خبر بھی کہتے ہیں اور خبر کی حکمت یہ ہے کہ عام خاص وغیرہ اقسام قول سے آتی ہیں فعل سے نہیں اور لفظ خبر کا اطلاق قول پر ہوتا ہے۔ جبکہ سنت کا لفظ عام طور پر فعل پر بولا جاتا ہے''(۲۵)

علامہ خضری بک لکھتے ہیں:

''سنت کے لفظ کا اطلاق نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور آپ ﷺ کی تقریر پر کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں لفظ بدعت ہے''(۲۶)

اصول فقہ کے متون میں بعض علماء نے فرمایا سنت کا لفظ صرف آنحضرت ﷺ کے اعمال پر بولا جاتا ہے اور حدیث کا لفظ اقوال پر لیکن ادلہ شریعہ کے تذکرہ میں وہ حدیث وسنت کو مترادف اور ہم معنیٰ سمجھتے ہیں سنت کا لفظ جب اضافت استعمال ہو تو سنت نبوی ﷺ سے مراد احادیث نبوی ﷺ ہی لی جاتی ہیں۔(۲۷)

شریعت کی اصطلاح میں سنت ان نفلی عبادات کو کہتے ہیں جن کے کرنے پر ثواب کا ترتب ہوتا ہو اور ان کے ترتب کرنے پر عذاب گناہ کا ترتب نہ ہو۔اور یہاں بیان ادلہ کے موقع پر سنت سے مراد وہ ہے جو قرآن کے علاوہ رسول اکرم ﷺ سے صدار ہوا ہو خواہ آپ ﷺ کا قول ہو خواہ فعل ہو خواہ وہ تقریر ہو اہل اصول کے یہاں حدیث اور سنت کے درمیان یہ ہی فرق ہے کہ حدیث کا اطلاق صرف حضور کے قول پر ہوتا ہے اور سنت کا اطلاق آپ کے قول، فعل تقریر اور صحابہ کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے۔(۲۸)

فقہاء کے نزدیک سنت وحدیث

البحر الرائق میں ہے:

''الطریقة المسلوكة فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبة''(۲۹)

''سنت وہ طریقہ ہے جو دین میں ایسے طریقے پر رائج ہو کہ تسلسل اور مواظبت کے ساتھ اس پر عمل تو ہو رہا ہو مگر وہ علی سبیل لزوم نہ ہو''

اور امام طحاوی فرماتے ہیں:''طریقة مسلوكه فی الدین بقول او فعل من غیر لزوم ولا انكار علی تاركها''(۳۰)

''سنت ایسے طریقے کا نام ہے جو دین میں رائج ہو قول کے ذریعے یا فعل کے ذریعے لیکن وہ لزوم کے طریقے پر نہ ہو اور نہ ہی اس کے تارک پر نکیر کی جائے''

فقہاء کے نزدیک سنت سے مراد وہ حکم شرعی ہے جس کے کرنے والے کو ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے والے کو سزا نہیں ہوتی ہے۔(۳۱)

مولانا عبداللہ اسعدی لکھتے ہیں:

''جس کے کرنے کا مطالبہ غیر لازمی اس طور پر ہو کہ کرنے کی تاکید ہو'' (۳۲)

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

''فقہاء کے نزدیک سنت کا اطلاق ان عبادات اور ان کے علاوہ ایسی دوسری چیزوں پر ہوتا ہے جو مندوب ہیں یعنی فرض نہیں ہیں بلکہ ان کا کرنا ثواب ہے اور بعض فقہاء کے کلام پر لفظ سنت بدعت کے مقابلہ میں بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص سنت پر ہے یعنی اس کا عمل نبی کریم ﷺ کے عمل کے مطابق ہے یا یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بدعت پر یعنی اس کا عمل آپ ﷺ کے عمل کے خلاف ہے'' (۳۳)

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''(سنت) فقہا اسے اس امر کے لیے استعمال کرتے ہیں جو واجب نہ ہو'' (۳۴)

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء اپنے مخصوص میدان کی وجہ سے سنت و حدیث کو مختلف انداز میں لیتے ہیں سنت کا لفظ فقہاء دو مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ فرض و واجب کے مقابلے میں حکم شرعی کی اقسام کے نام کے طور پر اور دوسرا ماخذ شرع ہونے کی حیثیت سے اور فقہاء کے دوسرے مقصد میں سنت و حدیث کے مترادف ہے۔

محدثین کے نزدیک سنت و حدیث

طبقہ محدثین کی ساری صلاحیتیں اور مجاہدات چونکہ اس بلند مقصد کے لیے صرف ہوتی ہیں کہ آنجناب ﷺ کی طرف سے جو بات بھی نقل ہو کر آئی ہے اس کو محفوظ کیا جائے خواہ وہ بات قول، فعل تقریر ہو یا سیرت و کردار اور اخلاق اس لیے محدثین کے نزدیک حدیث و سنت کا مفہوم وسیع ہے جو درج ذیل تعریفات سے واضح ہے۔

ڈاکٹر محمود الطحان لکھتے ہیں:

''حدیث : ''ما اضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر او صفة'' (۳۵)

نورالدین عتر لکھتے ہیں:

''ما اضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر اور وصف خلقی او خلقی''(۳۶)

ملا علی قاریؒ یوں رقمطراز ہیں:

''وفی اصطلاحهم قول رسول ﷺ و فعله و تقریره و صفته حتی فی الحرکات والسکنات فی الیقظة والمنام''(۳۷)

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں حضور ﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات آپ کی صفات حتی کہ آپ کی سوتے جاگتے حرکات وسکنات کو حدیث کہتے ہیں اس لحاظ سے سنت وحدیث میں کوئی فرق نہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

سنت کے محدثین کے ہاں مندرجہ ذیل اطلاقات موجود ہیں۔

۱۔ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی سیرت ہے خوہ اس کا تعلق بعثت سے قبل کی زندگی سے ہو یا بعد کی زندگی سے۔

۲۔ حدیث کے مترادف معنوں میں مستعمل ہوتی ہے اس لحاظ سے سنت کے وہ تمام اطلاقات ہوں گے جو حدیث قولی، فعلی، تقریری اور وصفی کے ضمن میں بیان ہوئے۔

۳۔ کبھی سنت کا لفظ بدعت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔

۴۔ کبھی سنت کی اصطلاح اس امر کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کی دلیل آنحضور ﷺ کے طرزِ عمل میں موجود ہو۔

۵۔ سنت کا اطلاق تعامل صحابہ پر بھی ہوتا ہے جب ان کا عمل قرآن مجید کی آیت اور رسول اللہ کے قول وعمل پر مبنی ہو یا ان حضرات کا مجموعی اجتہاد ہو۔ اس کی دلیل آنحضور ﷺ کے ارشادات میں تلاش کی جا سکتی ہے۔(۳۸)

''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجز''(۳۹)

''تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی لازمی ہے اسے تھامے رہو اور مضبوطی سے پکڑے رکھو''

مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں:

''خود حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول ﷺ سننه و ایامه'' رکھا ہے۔اس میں امور اور ایام کے الفاظ قابل غور ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی صحیح تعریف امام بخاری کے نزدیک ان تمام امور کو حاوی ہے جن کا کسی نہ کسی حیثیت سے حضور ﷺ سے تعلق ہو''۔(۴۰)

سنت و حدیث میں فرق

بعض حضرات محدثین سنت اور حدیث میں فرق کرتے ہیں وہ حدیث کا لفظ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں یا الفاظ دیگر صرف قولی یا تقریری روایات کو حدیث کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے صادر شدہ اعمال واخلاق کو سنت کہتے ہیں یا الفاظ دیگر صرف فعلی روایات کو سنت کہتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ قول و فعل و خلق جو نبی معصوم ذات گرامی سے سرزد یا ثابت ہو وہ آپ ﷺ کی نسبت سے آپ کی سنت ہے اور جب کوئی صحابی یا راوی زبان مبارک سے اس بات کو سن کر یا ذات گرامی کو وہ کام کرتا ہوا دیکھ کر روایت کرے تو وہ ہی حدیث کہلاتی ہے۔(۴۱)

حدیث وسنت کے درمیان فرق ونسبت

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد لکھتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے بیان یعنی قول فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے لفظوں میں یہ متن حدیث (Text) ہے۔

حدیث کے معنی میں اتباع کا مفہوم داخل نہیں ہے جبکہ سنت کے معنی میں یہ مفہوم داخل ہے اس لیے اگر چہ لفظوں میں سنت اور حدیث کی تعریف ایک ہی ہے لیکن اتباع کے مفہوم کے معنی میں داخل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے اور ان کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال و اعمال جو قابل اتباع ہیں وہ سنت کہلاتے ہیں جبکہ حدیث میں یہ بھی شامل ہے اور وہ اقوال و اعمال بھی شامل ہیں جن میں امت کے لیے اتباع کا مفہوم نہیں ہے۔ غرض حدیث عام مطلق ہے۔ جس میں سنت اور غیر سنت دونوں شامل ہیں اور سنت خاص مطلق ہے گویا ہر سنت تو حدیث ہے لیکن حدیث سنت نہیں۔

حدیث کے دوسرے معنی میں متن اور سند کے مجموعہ کو بھی حدیث کہتے ہیں اگر سند قوی ہوگی تو اس قول یا فعل یا تقریر جس کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی قوی اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر سند ضعیف و کمزور ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قول و فعل کی نسبت بھی ضعیف ہوگی غرض اس معنیٰ میں حدیث میں صحیح اور ضعیف حدیثیں شامل ہوں گی بعض تجدد پسندوں نے سنت کو تو حجت قرار دیا ہے اور حدیث بالمعنی ثانی کی اہمیت یہ کہہ کر گھٹاتے ہیں کہ اس میں صحیح ضعیف اور موضوع سب کچھ ہونے کا احتمال ہوتا ہے یہ ان لوگوں کی بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم ایک طریقے اور عمل پر لوگوں کو کاربند دیکھتے ہیں اور وہ لوگ اس کے سنت رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ معلوم کرنا کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اس کے لیے دلیل چاہیے کیونکہ اس کے سنت صحابی یا سنت تابعی یا کسی اور مجتہد کے قیاس و اجتہد ہونے کا بھی احتمال موجود ہے ان کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے حدیث بالمعنی الثانی کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی جو ہمیں راویوں کے واسطہ سے بتائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا عمل اس کے موافق تھا۔

بعض حضرات نے حدیث بالمعنی الثانی کو سنت کی تاریخ کہا ہے لیکن یہ ناقص تعبیر ہے کیونکہ تاریخ بذات خود حجت نہیں ہوتی کہ اس کے خلاف کرنا شرعاً ناجائز ہو جبکہ حدیث بالمعنی الثانی اگر معتبر راویوں سے ہو تو وہ حجت ہے اور اس کے خلاف کرنے کی شرعا اجازت نہیں ہے (۴۲)

محدثین ائمہ مجتہدین اور فقہا کے نزدیک سنت وحدیث میں فرق

چونکہ علماء دین یعنی محدثین، ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت کے اغراض و مقاصد اور موضوع بحث الگ الگ ہیں اس لیے ان حضرات کی اصطلاح میں سنت کی تعریف میں بھی کسی قدر فرق اور اختلاف ہے:

۱۔ وہ محدثین وارباب سیر جن کا مقصد رسول اللہ ﷺ کی مکمل حیات طیبہ کو محفوظ ومرتب کرنا ہے وہ سنت کی حسب ذیل تعریف کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام تر اقوال وافعال، اعمال واخلاق اور ظاہری و باطنی جسمانی وروحانی محاسن شمائل اور ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام تر احوال کا مجموعہ ''سنت'' ہے خواہ ان سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو یا نہ ہو۔ اس تعریف کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ بھی سنت کے تحت آ جاتی ہے۔

۲۔ وہ محدثین اور ائمہ مجتہدین میں جن کا مطمع نظر رسول ﷺ کی تشریعی زندگی کو مدون ومرتب کرنا اور اس سے احکام شریعہ کا استخراج واستنباط کرنا ہے وہ سنت کی تعریف حسب ذیل کرتے ہیں:

''رسول ﷺ کے ان تمام تر اقوال وافعال اور تقریر (بیان سکوتی) کا جو احکام شریعہ کا ماخذ ہوں خواہ وہ احکام صراحتاً قرآن حکیم میں مذکور ہوں یا نہ ہوں، مجموعہ سنت ہے۔ اس معنیٰ اصطلاحی کے تحت ''کتاب اللہ'' (قرآن) کے بعد دوسرا مصدر تشریع یعنی ماخذ احکام شریعہ ''سنت'' ہے۔

۳۔ فقہاء امت کا موضوع معرفۃ النفس مالھا و ماعلیھا یعنی فعل اور ترک کے اعتبار سے بندہ کے افعال سے بحث کرنا ہے اس لیے وہ سنت کی تعریف حسب ذیل کرتے ہیں۔

''ہر وہ عمل کے ترک کرنے پر آخرت کا کوئی مواخذہ یعنی عذاب نہ ہو اور عمل کرنے پر اجر وثواب خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی ارشفاعت نصیب ہو وہ سنت ہے اس طرح ہر وہ حکم جو سنت سے ثابت ہو اس کو بھی فقہاء سنت کہتے ہیں۔ (۴۳)

اس میں مزکور اہل علم کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث وسنت میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ اگر فرق کیا جاتا ہے تو عموم وخصوص کا ہے اس سے زائد کچھ نہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ شبہ پیدا

کرے کہ سنت وحدیث دو جدا جدا ہیں اوران میں جوہری فرق ہے اور کوئی حدیث سنت نہیں ہوسکتی اور کوئی سنت حدیث نہیں ہوسکتی اور ماخذ شریعت سنت ہے حدیث نہیں تو یہ ایک صریح مغالطہ ہے جس کا رد ماقبل مذکور تصریحات سے ہوتا ہے۔

مولانا محمد ادریس میرٹھی لکھتے ہیں:

''تعریف سنت کے اس فرق واختلاف سے یہ تو ہم ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ سنت کے معنی میں علما دین میں کوئی اختلاف ہے اس پر امت کا اتفاق واجماع ہے کہ سنت سے مراد سنت رسول اللہ ہے مگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف شئون وحیثیات اور مختلف پہلو میں جس طبقہ نے جس حیثیت کو موضوع بحث بنانے کی سعادت حاصل کرنی چاہی اس کو رعایت سے سنت کی تعریف کی تاکہ موضوع بحث کی طرف بھی اشارہ ہوجائے'' (۴۴)

بعض متجددین سنت سے مراد تعامل امت سے ثابت شدہ اعمال لیتے ہیں اوران کو حجت مانتے ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن لکھتے ہیں:

''احادیث کا بیشتر حصہ درحقیقت قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سنت جاریہ ہے'' (۴۵)

جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

''سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی روایت ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا'' (۴۶)

تعامل امت اور تواتر سے ثابت شدہ اعمال اگرچہ درجہ میں کتنے بلند پائے پر کیوں نہ ہوں لیکن وہ حدیث کی ایک قسم ہی ہے کیونکہ متواتر حدیث کی ایک قسم کا نام ہے پھر متجددین اس اصول کو بالائے طاق رکھ کر تعامل وتواتر کی قید سے صرف نظر کر کے ابراہیمی سنت کو ماخذ دین قرار دیتے ہیں مثلاً نماز، نکاح، یہ ابراہیم کی سنت ہونے کی وجہ سے دین کا قطعی حکم ہیں ہم ان سے عرض کریں گے کہ نماز اور نکاح کے حکم کی قطعیت اور اصل بنیاد ان کا قرآن میں موجود ہونا ہے یا ابراہیم کی سنت ہونا۔ اگر قرآن

کی وجہ سے یہ اشیاء قطعی اور متواتر ہوتیں تو ان کے لیے ''سنت ابراہیمی'' کی اصطلاح استعمال کر کے حدیث نبوی سے فرار کیوں؟

اور اگر اصل سنت ابراہیمی ہونا ہی ہے تو نزول قرآن سے پہلے زمانے کا تعامل و تواتر ثابت کرنا ان کے دعویٰ کا تقاضا ہے جو ظاہر ہے ناممکن ہے۔ اس لیے تعامل و تواتر عملی سے ثابت شدہ اعمال کو ''سنت'' قرار دینا اور حدیث کو جوہری طور پر اس سے الگ کوئی چیز قرار دینا اور سنت کو مآخذ دین قرار دینا فرار عن الحدیث کے سوا کچھ نہیں۔ ذیل میں سنت کے دوسرے اطلاقات سے بھی اس شبہ کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

لفظ ''سنت'' اور اس کے مختلف اطلاقات

سنت خلفاء راشدین

خلفاء اربعہ کے وہ اجتہادات جو یقیناً کتاب وسنت سے ہی ماخوذ مستنبط ہوتے ہیں ان کیلیے بھی شریعت کی اصطلاح میں سنت کے لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کی دو وجہ ہیں۔

۱۔ خود رسول ﷺ نے ان کے لیے سنت کا لفظ استعمال کیا۔

''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجز'' (۴۷)

۲۔ حضرات خلفاء اربعہ کو رسول ﷺ سے طول مصاحبت، ہمہ وقتی رفاقت اور علوم وحی والہام سے غیر معمولی فطری مناسبت کی وجہ سے ایسی روحانی قرب واتحاد حاصل ہو گیا تھا کہ ان کا علمی و ذہنی مزاج تشریعی بن چکا تھا۔ درحقیقت یہ حضرات رسول ﷺ کی خارق العادۃ تعلیم و تربیت کا زندہ معجزہ ہے۔ رسول ﷺ نے اپنی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی پیروی اور اتباع کا ان کے ناموں کی تصریح کے ساتھ حکم فرما دیا۔ (۴۸)

''عن حذیفة قال قال رسول الله: لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدو ا بالذین بعدی ابا بکرؓ و عمرؓ فی روایة و اشار الی ابی بکرؓ و عمرؓ'' (۴۹)

''حضرت خدیجہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں میں کتنی مدت اور تمہارے درمیان زندہ رہوں گا (موت زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں) لہٰذا تم میرے بعد (دینی امور) ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات کی جانب اشارہ کر کے بتلایا۔ ہر صورت شارع کے ارشاد گرامی کے مطابق سنت خلفاء راشدین پر بھی شرعاً سنت کے لفظ کا اطلاق جائز اور سنت رسول میں شامل ہے۔ (۵۰)

سنت صحابہ

صحابہ کرامؓ کی تعدیل وتزکیہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں اللہ پاک نے فرمایا:

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجد ايبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم فى وجو ههم فى اثر السجود. (۵۱)

(ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے حق میں بہت سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر بغایت مہربان ہیں تم ان کو رکوع اور سجدہ کرتے (نماز پڑھتے) دیکھو گے (یہی انکا شعار ہے) ان کا مطلوب اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی ہے اور ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان (انوار) ہیں۔

اور صحابہ اکرامؓ کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله اصحابى كا لنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم۔ (۵۲)

مندرجہ ذیل بالا آیت قرآنی اور حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درحقیت اتباع صحابہ بھی اتباع رسول ﷺ اور موجب ہدایت ہے۔

سنت اہل مدینہ:

ائمہ مجتہدین میں سے صرف امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ چونکہ مدینہ طیبہ رسول ﷺ کا دار ہجرت اور مہبط وحی الٰہی ہے اور بیشتر احکام شریعہ کی تشریح اور نفاذ مدینہ سے ہی ہوا ہے اور اہل مدینہ ہی

ان احکام کے سب سے پہلے مخاطب اور ان پر سب سے پہلے عمل کرنے والے ہیں۔اس لئے اہل مدینہ کا تعامل بھی مستقل حجت شرعیہ اور سنت کا مصداق ہے یعنی کسی امر کا مدینہ میں معمول بہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور توارث وتعامل کی بنا پر حدیث مشہور کے حکم میں ہے۔اسی لئے وہ اس کے مقابلے میں کسی بھی صحیح خبر واحد کو ترک کر دینے کو جائز سمجھتے ہیں۔

بہر حال یہ صرف امام مالکؒ کی رائے اور انہی کا مسلک ہے ائمہ مجتہدین میں سے امام اوزاعی کے۔کہ وہ بھی تعامل شام وحجاز کو حجت مانتے ہیں۔اور کوئی ان کا ہمنوا نہیں چنانچہ ان کے ہمعصر امام لیث بن سعدؒ نے (جو مجتہد مصر ہیں) اور امام شافعیؒ نے جو ان کے تلامذہ میں ہیں بڑی سختی سے اس کی مخالفت بلکہ تردید کی ہے۔تعامل اہل مدینہ کے لئے لفظ ''سنت'' کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ''خبر واحد'' ہے تو اہل مدینہ جو ہر زمانہ میں ایک جماعت کثیر اور جم غفیر ہوئے اُن کے اس تعامل اور سکوتی بیان کو سنت کیوں نہ کہا جائے۔ (۵۳)

اور جب امام مالکؒ اپنے زمانے کے دیگر مراکز وبلاد اسلامیہ کے تعامل کو حجت وسنت کہنے کے لئے تیار نہیں تو آج کسی شخص کا ''عامۃ المسلمین'' یا ''جمہور مسلمین'' کے تعامل کو سنت کہنا اور حجت ماننا قائل کی کوتاہ نظری اور محدثین ومجتہدین کے علوم سے ناواقفیت ہے کیونکہ عامۃ المسلمین کا طریقہ جبکہ اسے فی الواقع مجتہدین کے قیاس یا اجماع کی تائید حاصل نہ ہو قرآن وسنت رسول ﷺ کی رو سے قابل اتباع ہی نہیں تو اس کو سنت کہنا ہی غلط ہے اور نتیجہ میں وہ شرعی حجت بھی نہیں بن سکتا۔ (۵۴)

گزشتہ بحث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث وسنت میں کوئی ایسا جوہری اور بنیادی فرق نہیں ہے جس کی بنا پر ان دونوں کو بالکل الگ الگ قرار دیا جائے۔اور یہ دعویٰ کرنے والے اجماع امت کے منکر، دلائل سے عاری اور تفہیم دین سے کوسوں دور ہیں۔اگر چہ علماء اصولیین اور فقہاء نے حدیث وسنت میں معمولی سا فرق کیا ہے۔مگر نتیجہ کے اعتبار سے ان کے ہاں بھی دونوں میں کوئی کلیدی فرق نہیں ہے۔اس لئے متجد دین کا یہ دعویٰ کرنا کہ حدیث وسنت الگ الگ چیزیں ہیں بالکل بے بنیاد ہے۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اپنے دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائے اور اس پر عمل کی بھی توفیق دے۔

(آمین)

مصادر و مراجع

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ۱۳۱/۲، دار صادر بیروت

۲۔ الزبیدی، محبّ الدین محمد مرتضیٰ، تاج العروس، ۱۹۱/۳، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۴ء

۳۔ تھانوی، محمد علی، کشف اصطلاحات الفنون، ۲۷۹/۱، سہیل اکیڈمی لاہور۔

۴۔ اصفہانی، راغب، امام، المفردات فی غریب القرآن، ۲۱۸/۱، شیخ شمس الحق اقبال ٹاؤن لاہور۔

۵۔ فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء

۶۔ خالد محمود، علامہ، ڈاکٹر، آثار الحدیث، ۳۵/۱، دار المعارف اردو بازار لاہور، ۱۹۹۵ء

۷۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، باب رد السلام فی الصلاۃ، ۲۴۳/۱، رقم حدیث ۹۲۴، دار الفکر بیروت۔

۸۔ علوی، خالد محمود، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، ص ۳۴، الفیصل ناشران و تاجران اردو بازار لاہور، ۲۰۰۲ء

۹۔ ایضاً ص ۳۴

۱۰۔ تحریم، ۶۶:۳

۱۱۔ طٰہٰ، ۲۰:۹

۱۲۔ مرسلات، ۷۷:۵۰

۱۳۔ لسان العرب، ۳۹۹/۶، تاج العروس ۳۰۰/۱۸

۱۴۔ جوہری، الصحاح، ۱۷۲۱/۵، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۹۹۹ء

۱۵۔ سکروڈوی، جمیل احمد، مولانا، فیض سبحانی (شرح اردو) حسامی، ۳۴۲، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۶۔ احزاب، ۳۳:۲۶

۱۷۔ زیدان، عبدالکریم، ڈاکٹر الوجیز فی اصول الفقہ، (مترجم) ڈاکٹر احمد حسن، ص ۱۸۸، مجتبائی کتب خانہ ہسپتال روڈ لاہور، ۱۹۸۶ء

۱۸۔ بنی اسرائیل، ۱۷:۷۷

۱۹۔ الحجر، ۱۵:۱۲۔۱۳

۲۰۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ، ۷۰۵/۲، رقم حدیث (1017)، دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۱۔ حفاظت حدیث، ۳۶

۲۲۔ میرٹھی، محمد ادریس، مولانا، ص۳۰، مکتبہ اسلامیہ بندر روڈ کراچی۔

۲۳۔ آمدی، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/۲۲۳، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۴ھ

۲۴۔ محمد محی الدین، مولانا، آسان اصول الفقہ، ص۲۷، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۲۵۔ ہزاروی، محمد صدیق، اصول الشاشی، ص۱۰۵، مکتبہ اسلامیہ سعدیہ عثمان آباد مانسہرہ۔

۲۶۔ بحوالہ ''سنت'' ڈاکٹر سعد صدیقی، ص۱۲ شریعہ اکیڈمی اسلام آباد۔

۲۷۔ سلفی، محمد اسماعیل، مولانا، حجیت حدیث، ص۱۸، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور، ۱۹۸۱ء

۲۸۔ فیض سبحانی (شرح اردو) حسامی، ۱/۳۴۲

۲۹۔ ابن نجیم، البحر الرائق، ۱/۱۷، دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

۳۰۔ طحطاوی، احمد بن اسماعیل، سید، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص۴۱، مکتبہ البابی الحلبی مصر ۱۳۱۸ھ

۳۱۔ سہیل حسن، ڈاکٹر، معجم اصطلاحات الحدیث، ص۱۹۴، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۲۰۰۳ء

۳۲۔ اسعدی، عبید اللہ، مولانا، اصول الفقہ، ص۳۲

۳۳۔ الوجیز فی اصول الفقہ، ص۱۸۹۔۱۸۸

۳۴۔ اصول الحدیث ۱/۴۵

۳۵۔ الطحان، محمود، ڈاکٹر، تیسیر مصطلح الحدیث، ص۱۴، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔

۳۶۔ عتر، نور الدین، ڈاکٹر، منہج النقد فی علوم الحدیث، ص۲۶۔

۳۷۔ (بحوالہ) صلاح الدین، حافظ، حدیث رسول کی تشریعی حیثیت، ص۱۵۱، سہ ماہی منہاج لاہور۔

۳۸۔ حفاظت حدیث، ص۳۷

۳۹۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، کتاب السنن، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین، ۱/۱۵، رقم حدیث ۴۲، دار الفکر بیروت

۴۰۔ گیلانی، مناظر احسن، تدوین حدیث، ص۹، المیزان اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء

۴۱۔ سنت کا تشریعی مقام، ص۳۴۔۳۳

۴۲۔ عبد الواحد، مفتی، ڈاکٹر، (ماخوذ) اصول الدین، ص۶۱۔۶۰ مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۴۳۔ سنت کا تشریعی مقام، ص۳۵۔۳۴

۴۴۔ ایضاً ص۳۵

۴۵۔ فضل الرحمٰن، ڈاکٹر، تحریک حدیث، فکر ونظر، ص۱۴، شمارہ ۵ نومبر ۱۹۶۳ء

۴۶۔ غامدی، جاوید احمد، اصول ومبادی،ص ۱۰، المورد ماڈل ٹاؤن لاہور۔

۴۷۔ ابن ماجہ،محمد بن یزید، کتاب السنن، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین، ۱۵/۱، رقم حدیث ۴۲، دار الفکر بیروت۔

۴۸۔ سنت کا تشریعی مقام،ص ۳۶۔۳۵

۴۹۔ ابن حبان،محمد صحیح، باب ذکر البیان بان عمر بن الخطاب کان احب الناس الی رسول اللہ ابی بکر، ۳۲۸/۱۵، رقم حدیث ۶۹۰۳، موسسۃ الرسالۃ بیروت۔

۵۰۔ سنت کا تشریعی مقام،ص ۳۶۔۳۵

۵۱۔ فتح، ۴۸: ۲۹

۵۲۔ ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، باب ما ینھیٰ، ۵۷/۴، دار المعرفۃ بیروت۔

۵۳۔ (ماخوذ) سنت کا تشریعی مقام،ص ۴۳۔۴۲

۵۴۔ سنت کا تشریعی مقام،ص ۴۴، اصول الدین،ص ۵۷

۵۵۔ اصول الدین،ص ۵۱

خطبة ابى بكر الصديق رضى الله عنه

فحمد الله، و أثنى عليه بالذى هو أهله، ثم قال: أما بعد أيها الناس ، فانى قدوُليّت عليكم و لست بخير كم ، فان أحسنت فأعينونى ، و إن أسأت فقوّ مونى ، ا لصدق أمانة ، و الكذب خيانة، و الضعيف فيكم قوىّ عندى حتى أريح عليه حقه إ ن شا ء الله ، و القوىّ فيكم ضعيف عندى حتى آخذا لحق منه إن شاء الله ، لا يد ع قوم الجهاد فى سبيل الله الا ضربهم الله بالذل ، ولا تشيع الفاحشة فى قوم قط إلا عمهم الله بالبلاء ، أطيعونى ما أ طعت الله و رسوله، فاذا عصيت الله و رسوله فلا طاعة لى عليكم.